ڈپٹی نذیر احمد

شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد ضلع بجنور (یو۔ پی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان علم وفضل کے لئے معروف تھا۔ ان کے والد ناداری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں حاصل کی۔ بعد میں تعلیم کا شوق انہیں دلّی لے آیا۔ یہاں مولوی عبدالخالق کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے اور انہیں کی مسجد میں رہنے لگے۔ بعد میں دلّی کالج میں داخل ہوگئے۔ وہاں سے ادب عربی، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی۔ انگریزی بھی شروع کی، مگر والد کے منع کرنے سے اُدھوری رہ گئی جو بعد میں انہوں نے از خود پڑھی۔ کالج میں ان کے ساتھ محمد حسین آزادؔ، منشی کریم الدین، مولوی ذکاء اللہ اور ماسٹر پیارے لال آشوبؔ تھے۔

ملازمت کا آغاز کنجاہ ضلع گجرات (پنجاب) میں مدرس کی حیثیت سے کیا۔ بعد میں ترقی کر کے انسپکٹر مدارس ہوگئے۔ پھر تحصیل دار اور بعد میں افسر بندوبست ہوئے۔ اس کے بعد ریاست حیدرآباد چلے گئے اور کئی سال کی ملازمت کے بعد اعلیٰ رکن مال بہ مشاہرہ سترہ سو روپے پر ملازمت سے ریٹائر ہوئے اور دلّی میں آکر باقی زندگی تصنیف وتالیف میں بسر کی۔ ۱۸۹۷ء میں آپ کو "شمس العلماء" کا خطاب ملا۔ ۱۹۱۰ء میں پنجاب یونیورسٹی نے ڈی۔ او۔ ایل اور اڈنبرا یونیورسٹی نے ایل۔ ایل۔ ڈی کی اعزازی ڈگری دی۔

نذیر احمد کو اُردو کا پہلا ناول نگار کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ نذیر احمد کے لکھے ہوئے قصوں میں ایسی چیزیں موجود ہیں کہ اُنہیں ناول کا نقشِ اوّل کہا جا سکتا ہے۔ اُن کے تمام ناول مقصدی ہونے کے باوجود بہت دلچسپ ہیں۔ انہوں نے ادب کو برائے زندگی پیش کیا ہے۔ نذیر بامحاورہ اُردو لکھنے کے بادشاہ ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں دہلی میں وفات پائی۔

ایثار

(ڈپٹی نذیر احمد)

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو ڈپٹی نذیر احمد کے اسلوب نثر سے آگاہ کرنا۔

۲۔ طلبہ میں ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرنا۔

۳۔ بنیے کے ناروا عمل سے آگاہی۔

مشکل الفاظ: آنکنا ، اِجت ، پیادہ ، پنڈ چھڑاؤ ، بلائیں لینا ، بنیا

ایک مرتبہ عید کو ایک بڑی بھاری ٹوپی مجھ کو اماں جان نے بنا دی تھی۔ وہی ٹوپی اوڑھے ہوئے میں خالہ جان کے یہاں جاتا تھا۔ میاں مسکین کے کوچے میں پہنچا تو بہت سے چپڑاسی، پیادے ایک گھر کو گھیرے ہوئے تھے اور بہت سے تماشائی بھی وہاں جمع تھے۔ یہ دیکھ کر میں بھی لوگوں میں جا گھسا۔ تو معلوم کیا ہوا کہ ایک نہایت غریب، بوڑھی سی عورت ہے اور چھوٹے چھوٹے کئی بچے ہیں۔ سرکاری پیادے اس کے میاں کو پکڑے لیے جاتے تھے۔ اس واسطے کہ اس نے کسی بنیے کے یہاں سے ادھار کھایا تھا اور بنیے نے اس پر ڈگری جاری کرائی تھی۔ وہ مرد مانتا تھا کہ قرضہ واجب ہے، مگر کہتا تھا کہ میں کیا کروں؟ اس وقت بالکل تہی دست ہوں۔ ہر چند اس بے چارے نے بنیے کی اور سرکاری پیادوں کی بہتیری ہی خوشامد کی، مگر نہ بنیا مانتا تھا نہ پیادے باز آتے تھے اور پکڑے لیے چلے جاتے تھے۔ لوگ جو وہاں کھڑے تھے، انھوں نے بھی کہا ''لالہ! جہاں تم نے اتنے دنوں صبر کیا، دس پانچ روز اور صبر کر جاؤ''۔ بنیا بولا! ''اچھی کہی، میاں جی، اچھی کہی۔ برسوں کا ناتواں اور روج کی ٹال مٹول۔ بھگوان جانے، ابھی تو کھان صاحب کی اِجت اُتروائے لیتا ہوں۔'' وہ شخص جس پر ڈگری جاری تھی۔ غریب تو تھا لیکن غیرت مند بھی تھا۔ بنیے نے جو عزت اتروانے کا نام لیا۔ سرخ ہو گیا اور گھر میں گھس تلوار میان سے نکال، چاہتا تھا کہ بنیے کا سر الگ کر دے کہ اس کی بیوی اس کے پیروں میں لپٹ گئی اور رو کر کہنے لگی ''خدا کے لیے، کیا غضب کرتے ہو؟ یہی تمہارا غصہ ہے تو پہلے مجھ پر اور بچوں پر ہاتھ صاف کرو۔ کیونکہ تمھارے بعد ہمارا تو کہیں بھی ٹھکانا نہیں۔'' ماں کو روتا دیکھ بچے اس طرح دھاڑیں مار مار کر روئے کہ میرا دل ہل گیا اور دوڑ کر سب

کے سب باپ کو لپٹ گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر خاں صاحب بھی ٹھنڈے ہوئے اور تلوار کو میان کر کھونٹی سے لٹکا دیا اور بیوی سے کہا ''اچھا، تو نیک بخت، پھر مجھ کو اس بے عزتی سے بچنے کی کوئی تدبیر بتا۔'' بی بی نے کہا، ''بلا سے جو چیز گھر میں ہے، اس کو دے کر کسی طرح اپنا پنڈ چھڑاؤ۔ تم کسی طرح رہ جاؤ تو پھر جیسی ہوگی، دیکھی جائے گی۔''

توا، چکی، پانی پینے کا کٹورا، نہیں معلوم کن وقتوں کی ہلکی ہلکی بے قلعی دو پتیلیاں، بس یہی اس گھر کی کل کائنات تھی۔ چاندی کی دو دو چوڑیاں، لیکن ایسی پتلی جیسے تار، اس نیک بخت عورت کے ہاتھوں میں تھیں۔ یہ سب سامان خاں صاحب نے باہر لا کر اس بنیے کے رُو برو رکھ دیا۔ اول تو بنیا ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ لوگوں نے بہت کچھ کہا سنا، یہاں تک کہ ان سرکاری پیادوں کو بھی رحم آیا۔ انہوں نے بھی بنیے کو سمجھایا۔ بارے خدا خدا کر کے وہ اس بات پر رضا مند ہوا کہ پانچ روپیا اصل اور دو روپیا سود۔ ساتوں کے ساتوں دے دیں تو فارغ خطی لکھ دے۔ لیکن خاں صاحب کا کل اثاثہ چار ساڑھے چار سے زیادہ کا نہ تھا۔ تب پھر گھر میں گئے اور بی بی سے کہا کہ ڈھائی روپے کی کسر رہ گئی ہے۔ بی بی نے کہا، ''اب تو کوئی چیز بھی میرے پاس نہیں۔ ہاں لڑکی کے کانوں میں چاندی کی بالیاں ہیں۔ دیکھو جو ان کو ملا کر پوری پڑے۔''

وہ لڑکی کوئی چھ برس کی تھی۔ بس بعینہٖ جتنی ہماری حمیدہ۔ ماں جو لگی اس کی بالیاں اُتارنے، تو وہ لڑکی اس حسرت کے ساتھ روئی کہ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے دل میں کہا کہ الٰہی! اس وقت مجھ سے کچھ بھی اس کی مدد نہیں ہو سکتی۔ فوراً دل میں آیا کہ ایک روپیا اور کوئی دو آنے کے پیسے تو نقد میرے پاس ہیں۔ دیکھوں، ٹوپی بک جائے تو شاید خاں صاحب کا سارا قرضہ چُک جائے۔ بازار تو قریب تھا ہی۔ فوراً میں گلی کے باہر نکل آیا۔ رومال تو سر سے لپیٹ لیا اور ٹوپی ہاتھ میں لے، ایک گوٹے والے کو دکھائی۔ اس نے چھ کی آنکی۔ میں نے بھی چھوٹتے ہی کہا، ''لا، بلا سے چھ ہی دے۔'' غرض چھ وہ اور ایک میرے پاس نقد تھا ہی، ساتوں روپے لے، میں نے چپکے سے اس عورت کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ تب تک پیادے خاں صاحب کو گرفتار کر کے لے جا چکے تھے اور گھر میں رونا پیٹنا مچ رہا تھا۔ دفعۃً پورے سات روپے ہاتھ میں دیکھ، اس عورت پر ایک شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور اس خوشی میں اس نے کچھ نہیں سوچا کہ یہ روپیا کیسا ہے اور کس نے دیا ہے؟ فوراً اپنے ہمسائے کو روپیا دے کر دوڑایا اور خود بچوں سمیت دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔ بات کی بات میں خاں صاحب چھوٹ آئے تو بچوں کو کیسی خوشی، کہ کودیں اور اُچھلیں۔ کبھی باپ کے کندھے پر اور کبھی ماں کی گود میں اور کبھی ایک پر ایک۔

اب اس عورت کو میرا خیال آیا اور بچوں سے بولی کہ ''کم بختو! کیا اودھم مچاتے ہو۔ (اور میری طرف اشارہ کر کے کہا) دعا دو اس اللہ کے بندے کی جان و مال کو۔ جس نے آج باپ کی اور تم سب کی جانیں رکھ لیں۔ نہیں تو ٹکڑا بھی مانگے نہ ملتا۔ کوئی چچا یا ماموں بیٹھا تھا کہ اس کو تمھارا درد ہوتا اور اس مصیبت کے وقت تمھاری دست گیری کرتا۔ صرف ایک باپ کے دم کا سہارا، کہ اللہ رکھے، اس کے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں تو محنت سے مزدوری سے، خدا کا شکر ہے، روکھی سوکھی روز کے روز، دو وقت نہیں تو ایک ہی وقت، مل تو جاتی ہے۔ ہمارے حق میں تو یہ لڑکا کیا ہے، رحمت کا فرشتہ ہے۔ نہ جان نہ پہچان، نہ رشتہ نہ ناتا۔ اور اس اللہ کے بندے نے بھر مٹھی روپے دے کر آج ہم سب کو نئے سرے سے زندہ کیا''۔

وہ بچے جس شکر گزاری کی نظر سے مجھ کو دیکھتے تھے، اس کی مسرت اب تک میں اپنے دل میں پاتا ہوں۔ روپیا خرچ کرنے کے بعد مجھ کو عمر بھر ایسی خوشی نہیں ہوئی، جیسی کہ اس دن تھی۔ مگر دونوں میاں بی بی کے ذہن میں اس وقت تک یہ بات نہیں آئی تھی کہ میں نے روپیا ان کو دے دیا۔ وہ سمجھے تھے کہ قرض کے طور پر دیا ہے۔ وہ عورت مجھ کو اپنے گھر میں لے گئی اور ٹوٹی سی ایک چوکی پڑی تھی۔ میں ہر چند منع کرتا رہا، جلدی سے اس کو اپنے دوپٹے سے جھاڑ، مجھ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میاں سے بولی، ''نوج! کوئی تم جیسا بے خبر ہو۔ کھڑے کیا ہو؟ ایک گلوری بازار سے میاں کے لیے لگوا لاؤ۔''

میں: نہیں۔ میں پان نہیں کھاتا۔ تکلیف مت کرو۔

عورت: بیٹا، تمھاری خدمت میں اور ہم کو تکلیف؟ جی چاہتا ہے کہ آنکھیں تمھارے تلوؤں میں بچھا دوں۔ قربان اس پیاری پیاری صورت کے۔ نثار اس بھولی بھولی شکل کے۔ بیٹا، تم یہ بتاؤ کہ تم ہو کون؟

میں: میری خالہ میاں صابر بخش کی سرائے میں رہتی ہیں۔

عورت: پھر بیٹا، یہ اپنا روپیا تم ہم سے کب لو گے؟ ہم اپنا اور بچوں کا پیٹ کاٹیں گے اور تمھارا قرضہ سب سے پہلے ادا کریں گے۔ مگر کام ان دنوں مندا ہے۔ دیں گے تو ہم جس طرح بن پڑے گا، دو ہی مہینے میں۔ مگر جہاں تم نے اتنی مہربانی کی ہے، للہ اتنا سلوک اور کرو کہ دو روپیا مہینا لے لیا کرو۔

میں: آپ روپے کے ادا کرنے کی کچھ فکر نہ کیجیے۔ میں نے لینے کی نیت سے نہیں دیا۔

یہ سن کر تمام خاندان کا خاندان اتنا خوش ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور میں ان میں اس وقعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جیسے خوش دل اور شکر گزار رعایا میں کوئی بادشاہ یا حلقہ مریدانِ ارادت مند میں کوئی پیر و مرشد۔ اس عورت کے منہ سے مارے خوشی اور شکر گزاری کے بات نہیں نکلتی تھی۔ بار بار میری بلائیں لیتی تھی اور میرے ہاتھوں کو چومتی اور آنکھوں

سے لگاتی تھی۔ اسی کی بلاؤں میں رومال سر پر سے کھسک گیا تو اس نے دیکھا کہ میرے سر پر ٹوپی نہیں۔ پوچھا تو مجھ کو کہنا پڑا کہ وہی ٹوپی بیچ کر میں نے روپیا دیا۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ بچھی جاتی تھی۔ سات روپے کی بھی کچھ حقیقت تھی، مگر اس نے مجھ کو سینکڑوں، ہزاروں ہی دعائیں دی ہوں گی۔ اس نے جو اتنی احسان مندی ظاہر کی تو میں الٹا اسی کا ممنون ہوا۔ جس قدر خوشامد کرتی تھی میں شرمندہ ہوتا تھا اور جتنا وہ عاجزی سے پیش آتی تھی، میں زمین میں گڑا جاتا تھا۔

(توبۃ النصوح)

مشق

۱۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) چپڑاسیوں اور پیادوں نے گھر کو کیوں گھیرے میں لیا تھا؟

(ب) بنیئے نے غریب آدمی پر ڈگری کیوں جاری کرائی تھی؟

(ج) سرکاری پیادوں کو غریب آدمی پر کیوں رحم آیا؟

(د) لڑکی کیوں روئی؟

(ہ) لڑکے نے ٹوپی کیوں بیچی؟

۲۔ ذیل الفاظ کے معانی لکھیں۔

تہی دست، حسرت، ایثار، کسر، بعینہٖ

۳۔ اعراب لگائیں۔

روبرو، ارادت، وقعت، اجت اتروانا، ممنون

۴۔ دیے ہوئے محاورات کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ معانی واضح ہوں۔

اودھم مچانا، کیفیت طاری ہونا، دھاڑیں مار مار کر رونا، بلائیں لینا، ٹال مٹول سے کام لینا

۵۔ اس کہانی کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

۶۔ سبق کے متن کو پیش نظر رکھ کر خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) بلا سے جو چیز گھر میں ہے۔ اس کو دے کر کسی طرح اپنا.................. چھڑاؤ۔

(ب) سب سامان خاں صاحب نے باہر لا کر بیٹے کے .... رکھ دیا۔

(ج) وہ لڑکی کوئی .... برس کی تھی۔

(د) خاں صاحب کا کل اثاثہ .... سے زیادہ نہ تھا۔

(ہ) لڑکے کی ٹوپی .... کی بکی۔

(و) پورے سات روپے دیکھ کر عورت پر ایک .... کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔

(ز) روپیہ خرچ کرنے کے بعد لڑکے کو عمر بھر ایسی .... نہیں ہوئی تھی، جیسی اُس دن تھی۔

۶۔ درج ذیل پیراگراف کی سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح کریں۔

یہ سن کر تمام خاندان کا خاندان اتنا خوش ہوا کہ میں بیان نہیں کرسکتا اور میں ان میں اس وقعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جیسے خوش دل اور شکر گزار رعایا میں کوئی بادشاہ یا حلقہ مریدانِ ارادت مند میں کوئی پیر و مرشد۔ اس عورت کے منہ سے مارے خوشی اور شکر گزاری کے بات نہیں نکلتی تھی۔ بار بار میری بلائیں لیتی تھی اور میرے ہاتھوں کو چومتی اور آنکھوں سے لگاتی تھی۔ اسی کی بلاؤں میں رومال سر پر سے کھسک گیا تو اس نے دیکھا کہ میرے سر پر ٹوپی نہیں۔ پوچھا تو مجھ کو کہنا پڑا کہ وہی ٹوپی بیچ کر میں نے روپیا دیا۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ بچھی جاتی تھی۔ سات روپے کی بھی کچھ حقیقت تھی، مگر اس نے مجھ کو سینکڑوں، ہزاروں ہی دعائیں دی ہوں گی۔ اس نے جو اتنی احسان مندی ظاہر کی تو میں الٹا اسی کا ممنون ہوا۔ جس قدر خوشامد کرتی تھی میں شرمندہ ہوتا تھا اور جتنا وہ عاجزی سے پیش آتی تھی، میں زمین میں گڑا جاتا تھا۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ استاد طلبہ کو ناول کے اجزاء سے آگاہ کریں۔

۲۔ ڈپٹی نذیر احمد کے دیگر ناول بھی بتادیں۔

۳۔ طلبہ کو اُردو ادب میں ناول کی اہمیت سے آگاہ کریں۔